© rasailojaraid.com

کی آخری کتب نہیں پڑھا سکتے نیز یہ کہ ان کا معقولات کا پہلو کمزور ہوتا ہے۔ دیگر مدرسین کے بارے میں تو مَیں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ البتہ حافظ صاحب کی ذات استثنائی درجہ کی حامل ہے اور انہیں دیکھ کر اس اعتراض کا ازالہ ہو جاتا ہے۔ بلا شبہ ان کا اصلی میدان کتاب و سنّت کے متعلق علوم دینیہ ہیں تاہم ان کی ذاتِ گرامی جملہ علوم وفنون کا سنگم ہے اور ان علوم میں انہیں یکساں دسترس بلکہ تبحر حاصل ہے اس امر کا انکشاف مجھ پر دورانِ درس ہوا۔

دگر دانائے راز آید کہ ناید

مولانا حکیم عبدالرحمٰن خلیق۔ بدوملہی

انوکھی بات مرزا غالبؔ کے پروردہ بیٹے عارف نے انتقال کیا تو مرزا نے اس کی موت پر بڑا دردناک مرثیہ لکھا اس کا ایک شعر یوں ہے

جاتے ہوئے کہتے ہو قیامت کو ملیں گے
کیا خوب قیامت کا ہے کوئی دن اور

مرزا کے اولاد نہیں تھی۔ ایک قریبی عزیز نے ان کی دلجمعی کیلئے اپنا بیٹا انہیں دے دیا۔ جسے انہوں نے بڑی محبت اور محنت سے پرورش کیا مرزا کو اس سے بے پناہ محبت تھی مگر جب عارفؔ نے جواں عمر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں انتقال کیا تو مرزا کی گویا کمر ہی ٹوٹ گئی۔

عارف کی موت کو مرزا نے قیامت سے تشبیہہ دی ہے اور بلاشبہ مرزا کیلئے اس کے بیٹے کی مرگِ جواں قیامت ہی تھی مگر یہ قیامت صرف مرزا کا ہی حصّہ تھی۔ جو مرزا سے شروع ہوکر مرزا تک ہی ختم ہوگئی لیکن جس قیامت نے ۱۴ رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ کو حضرت العلام محدّث گوندلوی رحؒ کی وفات کی صورت میں وجود پایا۔ وہ قیامت اس قیامت سے بالکل الگ کوئی اور ہی قیامت تھی جو پاک و ہند سے گزر کر پورے عالم اسلام کو متؤثر ہوئی۔ اس قیامت کی خبرِ وحشت اثر جس نے بھی سنی دم بخود ہوگیا۔ کوئی آنکھ نہ تھی جو نم نہ تھی اور کوئی دل نہ تھا جو غرقِ غم نہ تھا۔ یعنی ؎

روش روش چمن چمن اِدھر لہو اُدھر لہو
میں کیا کہوں یہ حادثہ کہاں کہاں گزر گیا

ایک حق جو صرف حق ہی ہے موت ایک ایسا امر حق ہے جو بہرحال حق ہے از اوّل تا آخر حق ہے اور حق کے سوا کچھ نہیں۔ موت کا جام تلخ ہو یا شیریں۔ یہ ہر ایک کا مقدر ہے اور کوئی نہیں جو اس سے مستثنیٰ ہو۔

یہاں آپ ہر حقیقت سے انکار کر سکتے ہیں مگر موت ایک ایسی حقیقت ہے جس سے انکار کسی کے لیئے ممکن نہیں ہے اس سے نہ کوئی باخدا انکار کر سکتا ہے اور نہ بے خدا۔

آپ سورج اور چاند سے انکار کر سکتے ہیں۔ ان کے معمولات کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

امرِ حق ہونے سے انکار کر سکتے ہیں۔

آپ شرع و شریعت سے انکار کر سکتے ہیں۔ شریعت لانے والے انبیاء سے انکار کر سکتے ہیں۔ انبیاء کو بھیجنے والے خدا سے انکار کر سکتے ہیں۔ آپ جہاں بھر کے حقائق کو جھٹلا سکتے ہیں حقائق کے نتائج سے انکار کر سکتے ہیں۔ مگر نہ آپ موت کو جھٹلا سکتے ہیں، نہ اس کے وقوع سے انکار کر سکتے ہیں کیونکہ اس نے ہر منکر کی گردن توڑ کر اور ہر کافر کی چندیا پھوڑ کر بزور قوّت اپنے آپ کو منوا رکھا ہے۔ پس یہاں ہر ایک کو مرنا ہے اور اگر یہ کوئی تلخ حقیقت بھی ہے تو اس کو قبول کیئے بغیر کوئی چارہ ہی نہیں ہے۔ **کل نفس ذائقۃ الموت** کا قانون ایک اٹل قانون ہے۔ اور کوئی نہیں جو اس قانون کی دسترس سے باہر ہو۔

موت اور محدّث گوندلویؒ موت امرِ حق ہی سہی مگر یہاں ہماری موتیں ایسی بھی وقوع پاتی ہیں جن کے لیئے لوگ اپنے آپ کو ہموار نہیں پاتے اور اس کا وقوع ان کے حواس کو معطل کر دیتا ہے اور وہ شدت غم سے از خود رفتہ ہو جاتے ہیں۔ جب کہ آنے والی گھڑی آکر ہی رہتی ہے۔ خواہ کوئی اسے پسند نہ ہی کرے۔

حضرتِ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی موت کے ذکر پر مشتعل ہو کر ملک الموت کی آنکھ پھوڑ دی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں پیغام بھیجا کہ اگر تم مرنا پسند نہیں کر سکتے تو تمہارے پاس جو بیل کھڑا ہے اس کی پشت پر ہاتھ رکھو۔ اگر تم چاہو تو جتنے ہزار بال تمہاری کفِ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دست کے نیچے ہوں گے ہم تمہاری عمر اتنے برس تک بڑھا دیتے ہیں مگر موت ایک روز پھر بھی آکر رہے گی۔

مرزا غالب نے اپنے ممدوح کو دعاء دی کہ ؎

تم سلامت رہو ہزار برس
ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

اب ضرب در ضرب یہ عدد کروڑوں تک پہنچ جاتا ہے مگر خواہ یہ کتنی بھی مدّت ہو اسے مرحلے پر پہنچ کر بہر حال ختم ہو جانا ہے یعنی ؎

گو سلیمانِ زماں بھی ہو گیا
پھر بھی اے سلطان آخر موت ہے

تو پھر جب امر حق یہی ہے تو لوگ حضرتِ محدث گوندلویؒ کی موت کی خبر سُن کر دم بخود کیوں رہ گئے، غرقِ حیرت کیوں ہوئے! کیا حضرت کی موت کوئی غیر طبعی موت تھی۔ کوئی حادثاتی موت تھی؟ اور جب موت کو آنا ہی تھا تو موت محدث گوندلوی بھی اس قانون کا استثنٰی نہیں تھے۔ انہیں بھی مرنا ہی تھا۔ اگر وہ موت کی آغوش میں چلے گئے تو اس میں دم بخود رہ جانے کی کونسی بات تھی وہ اپنی طبعی عمر کو پہنچ چکے تھے۔ یہ ۹۰ برس تک کی عمر یہاں ہر کسی کو کہاں ملتی ہے۔ اتنی لمبی مہلت یہاں سب لوگ کہاں پاتے ہیں۔ یہ بڑا طویل عرصہ ہے۔ بڑی لمبی عمر ہے۔ یقیناً اب وہ اپنی زندگی کے اسی مرحلہ پر ہی تھے جہاں پہنچ کر ان کے بارے میں موت کے سوا کوئی دوسرا انتظار باقی نہیں رہ جانا چاہیے تھا۔

اب ان کے جینے یا جیتے رہنے کی کونسی بات تھی؟ پھر ان کی موت پر یہ وحشت کیسی! یہ دہشت کیسی؟ یہ حیرت کیوں اور یہ حراس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کیسا؟ یہاں لوگ ہزاروں، لاکھوں کی تعداد میں روز مر، جاتے ہیں مگر ان میں سے کسی کی موت پر بھی لوگ دم بخود نہیں رہ جاتے اور فی الواقع بھی موت کوئی بحث طلب مسئلہ نہیں کہ آدمی اس کے بارے میں سوچنے لگے موت کا وقت آتا ہے تو نہ کوئی دوا کام دیتی ہے نہ تعویذ مؤثر ہوتا ہے۔ کوئی لاکھ چیخے من راق کوئی ہے دم درود والا!

مگر یہاں کسی کی پیش نہیں جاتی اب یہ فراق کی ساعت ہے اور تناؤ کے دباؤ سے پنڈلی پر پنڈلی چڑھنے لگتی ہے وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ موت آتی ہے اور اپنا کام کرکے گزر جاتی ہے۔ وہ ایک لمحہ کے بقدر بھی نہ تاخیر کرتی ہے نہ تقدیم۔ اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا يَسْتَقْدِمُوْنَ۔

حضرتِ محدث گوندلوی بھی ایک نفس تھے۔ موت آئی اور اپنا کام کرکے گزر گئی۔ پھر یہ غیر معمولی بات کیا ہوئی جو لوگ یوں بے چین ہو گئے۔ اضطراب میں ڈوب گئے اور مبہوت ہو کر رہ گئے ہیں۔ اس میں تعجب والی کیا بات تھی ؎

صبح ہوتی ہے شام ہوتی ہے
عمر یونہی تمام ہوتی ہے

ہائے اے موت تجھے موت ہی آئی ہوتی

اصل یہ ہے کہ حضرتِ محدث گوندلوی رحمہ اللہ اپنی حیات کے پہلو سے ہی از سرتا پا افادیت تھے۔ اور یہ افادیت بھی نہایت درجہ غیر معمولی تھی۔ جس کا حلقہ اثر مشرق سے مغرب تک وسیع تھا۔ وہ جس زمین

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پر بیٹھ کر درس دیتے تھے اس زمین کے ذرّے بھی ان کے وعظ سے حسن و رنگ پاتے تھے آسمان کی رفعتیں تاروں کی آنکھوں میں ان ان کے آفاقی مشاغل کے نظارہ سے سرمست ہو جاتی تھیں وہ سر تا پا فیضان تھے اور از اوّل تا آخر فیضان تھے۔ اور جو شخص بھی ان کی زندگی کے ان تابناک گوشوں اور نور بدوش پہلوؤں سے تعارف رکھتا تھا وہ ان کی موت کا منتظر ہی نہ تھا وہ ان کی موت کے بارے سوچنا پسند ہی نہیں کرتا تھا۔ وہ ان کی موت کی خبر سننے کے لیئے آمادہ ہی نہیں تھا۔ ان کی موت کی خبر اس کے قابلِ برداشت ہی نہیں تھی۔

ان میں سے یہ کوئی بھی نہیں چاہتا تھا کہ ان کی موت ان کی صفِ حیات کو لپیٹ دے۔ ان شمع حیات بجھ جائے اور جذبات کی آنکھیں مایوسی کے تاریک بادلوں سے موندنے لگیں کہ

شمع بجھتی ہے تو اس سے دھواں اٹھتا ہے
شعلہ عشق سیہ پوش ہو میرے بعد

اور پھر جب یہاں کسی کو ان کی موت کا انتظار ہی نہیں تھا۔ کوئی ان کی موت کی خبر سننے کیلیئے تیار ہی نہ تھا۔ تو ان کی موت پر ہر کوئی دم بخود کیوں نہ رہ جاتا۔ یہ تو کوئی ایسی بات نہیں جس کو سمجھنے کے لیئے زیادہ عقل کی ضرورت ہو! ان کی موت پر ان کے چاہنے والوں کی وحشت بالکل قدرتی تھی اور ان کے حواس کا اختلال بالکل قابل فہم ہے۔

کَانَ اِبْرَاهِیْمُ اُمَّةً موت العالم موت العالم ایک ایسی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حقیقتِ بیّنہ ہے اور ایک ایسی مسلمہ سچائی ہے کہ اس کا کوئی پاگل ہی انکار کرے گا۔

بلا شبہ ہمارے ہاں اب بہت سے حقائق اپنے معانی کھو چکے ہیں اور یہاں اب یہ حادثے عام ہیں کہ بہت سے لوگوں کے حق میں جو کچھ کہا جاتا ہے وہ در اصل ایسے نہیں ہوتے۔ یُحِبُّوْنَ اَنْ یُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ یَفْعَلُوْا۔

مگر اس باب میں حضرت العلام محدّث گوندلوی اتنا بلند مقام رکھتے ہیں کہ ان کے علمی قامت پر ہر بلند سے بلند لقب کی قبا عین موزوں ہے اور ٹھیک ٹھاک ہموار رہتی ہے۔ اور اگر ان کی وفات پر کہا جائے کہ مَوْتُ الْعَالِمِ مَوْتُ الْعَالَمِ تو ایک حقیقت نفس الامری ہی ہے۔ وہ اپنی ذات میں بے شمار محاسن کا مجموعہ تھے۔ انہیں آپ جس پہلو سے بھی دیکھیں گے یوں معلوم ہو گا کہ ؎

نیست نقش پا بہ گلزار خرامت جلوہ گر
دفتر برگِ گل از دست بہار افتادہ است

آپ انہیں مسجد میں دیکھیے، منبر پر دیکھیے، مدرسہ میں دیکھیے کسی دانش گاہ میں دیکھیے، وہ ہر جگہ آپ کو صاحبِ خانہ ہی نظر آئیں گے۔

ان کی ایک شخصیت میں صدہا شخصیتیں جمع تھیں وہ اپنی ذات میں ٹھیک ٹھاک ایک انجمن تھے۔ ایک ادارہ تھے، ایک امت تھے، ایک جہان تھے۔ وہ ایک چلتی پھرتی لائبریری تھے۔ ایک انسائیکلوپیڈیا تھے۔ ان کے بیان کی شوکت اور اپنے بیان پر ان کے اعتماد کا یہ عالم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تھا کہ جب وہ کچھ بیان کرتے تو یوں لگتا جیسے علوم و فنون اپنے اصول و فروع اپنے معانی و مطالب، اپنے اخبار و اذکار، اپنے معادن و مصادر اور اپنے لواحق و توابع سمیت ان کے حضور مؤدب کھڑے ہیں اور وہ جب چاہیں، جسے چاہیں، جیسے چاہیں اور جس مرحلہ پر چاہیں بے جھجک استعمال کرتے ہیں، وہ مصنف تھے، ادیب تھے، مسفر تھے، محدث تھے، فقیہہ تھے اور مجتہد تھے۔ بس آپ انہیں استاذ کہیئے، استاذالاساتذہ کہیئے، شیخ القرآن کہیئے، شیخ الحدیث کہیئے، بحر العلوم کہیئے، جامع العلوم کہیئے۔ آپ جو کچھ بھی کہیں گے وہ اس کے عین مطابق ہی ہیں اور وہ لقب ان کیلئے عین موزوں ہے۔

ان کا حق ہے کہ آپ انہیں امام الائمہ کہیں، امام العصر کہیں، شیخ العرب کہیں، شیخ العجم کہیں۔ ہر لقب ہی ان کے حسب حال ہے۔ اور ان میں سے کوئی بھی غلط نہیں، کوئی بھی غیر محل نہیں، اور کوئی بھی غیر واقعی نہیں۔

حلقہ افادیت

محدث گوندلوی رح سے علمی استفادہ کرنے والے لوگ اس اعتبار سے بڑے خوش قسمت ہیں کہ انہیں ایک ایسا استاذ مہیا رہا جس بیان پر خود بیان کو بھی رشک آئے۔ وہ جب کسی مسئلہ پر کچھ کہتے تھے۔ تو اس کا حق ادا کر دیتے تھے۔ وہ اپنی بات کو اپنے سامعین کے ذہن میں اس خوبصورتی سے اتار دیتے تھے کہ ان کا ہر سامع یہ کہے ۔

دیکھنا تقریر کی لذت کو جو اس نے کہا
میں نے جانا گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان کا حلقہ افادیت بڑا وسیع تھا۔ وہ اپنے رب کی رضا کے لیئے عرب بھی گئے، عجم میں بھی بکھرے، وہ ہند بھی گئے اور سندھ بھی گئے، وہ اپنوں تک بھی گئے اور غیروں کو بھی خطاب کیا۔ وہ مدینہ بھی گئے اور مدراس بھی پہنچے۔

جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ پہنچے تو ابن باز جیسے علامہ دہر کو اپنا گرویدہ بنا لیا۔ وہ درس دیتے تو عرب و عجم کے منتخب علماء ان سے استفادہ کرتے

دارالحدیث رحمانیہ دہلی ہو یا دارالاسلام عمر آباد (مدراس) مدرسہ تعلیم الاسلام اوڈانوالہ ہو یا جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ، جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ ہو یا جامعہ سلفیہ فیصل آباد، کونسی جگہ ہے جہاں ان کے فکر و نظر اور علم و خیر کے اجلے نقش موجود نہیں ہیں۔

فقہ، تفسیر، علوم تفسیر، قرآن اور علوم قرآن، حدیث اور علوم حدیث، منطق، بیان، لغت، علم الکلام، تاریخ و سیر، صرف و نحو، غرض کونسا کوچہ ہے جہاں ان کا گزر نہیں ہوا۔ اور کونسی بستی ہے جہاں وہ آباد نہیں تھے۔

ہر علم ان کو مستحضر تھا۔ ہر مسئلہ پر عبور حاصل تھا۔ ہر سوال کا جواب ہمیشہ لب بر داشتہ ہوتا۔ ہر حوالہ ان کو ازبر تھا، ہر مشکل ان کے لیئے آسان تھی اور ہر عقدہ ان کے ہاں واہ تھا۔

وہ عرب گئے تو عربوں کو عربی پڑھائی، اہل زبان کو زبان سکھائی۔ وطن لوٹے تو پڑھوں کو پڑھاتے رہے۔ اور ان پڑھوں کو سکھاتے رہے جہاں گئے عبرتیں سمیٹیں اور موعظتیں لٹائیں تجربے حاصل کیئے۔ اور اذکار و معارف کے لوٹے لالا تقسیم کیئے سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دراقصائے عالم بگشتم بسے
بسر بردم ایام باہر کسے
تمتع ز ہر گوشۂ یافتم
ز ہر خرمنے خوشۂ یافتم

ایک غیر معمولی اعزاز

ان کے اس اعزاز شائد یہاں کوئی بھی ان کا شریک وسہیم نہیں ہے کہ انھوں نے اپنی ستر سالہ تدریسی زندگی میں ستر بار ہی بخاری شریف کے درس کی تکمیل کی ہے۔

انہیں بخاری شریف سے بے پناہ رغبت تھی وہ اپنے ماکول ومشروب میں ناغے کی تو کبھی پرواہ نہیں کرتے تھے مگر درس حدیث کا قضا کرنا انہیں گوارہ نہیں تھا۔ یہ ان کی زندگی کا معمول تھا۔ اور انھوں نے اپنے اس معمول کو جس محنت اور جس شوق جس شغف اور جس مستعدی سے اپنی زندگی کا ہم عمر بنا لیا اس پر وہ فخر سے کہہ سکتے ہیں کہ

حاصل عمر نثار رہ یارے کردم
شادم از زندگیٔ خویش کہ کارے زندگی

دگر دانائے راز

حضرت العلام کے مرنے سے یقیناً ایک تحریک مرگئی ہے ایک دور مرگیا ہے۔ ایک جہاں مرگیا ہے اور ان کی موت یقیناً ایک اتنا بڑا نقصان ہے کہ نہیں کہا جا سکتا اس کی تلافی کب ہو سکے۔ محدث گوندلویؒ جیسے لوگ روز روز پیدا نہیں ہوتے کہ

عمرہا در کعبہ و بت خانہ می نالد حیات
تا ز بزم شوق یک دانائے راز آید بروں

جانے والا یقیناً چلا گیا اور ان کی جگہ آنے والا آتا ہے یا نہیں کہ؟

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سر آمد روزگارے ایں فقیرے
دگر دانائے راز آید کہ ناید

اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو روشن - ان کی نیکیاں قبول کرے اور ان کے درجات کو بلند کرے ؎

سنتے ہیں جو بہشت کی تعریف سب درست
لیکن خدا کرے وہ تیری جلوہ گاہ ہو

شیخ العرب والعجم محدث العصر حافظ الحدیث

حضرتِ مولانا حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ

کے حالاتِ زندگی

ولدیت میاں فضل دین

ولادت رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ بمطابق ۱۸۹۷ء - بروز جمعرات گوندلانوالہ ضلع گوجرانوالہ

نام ونسب شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ محمد صاحب گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد فضل دین نے آپ کا نام "اعظم" رکھا اور والدہ ماجدہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نے "محمدؐ" رکھا۔ آپ اپنی والدہ ماجدہ کے رکھے ہوئے نام سے معروف ہو گئے۔ ابو عبداللہ کنیت اور حافظ محمد گوندلوی عرف بن گیا۔ آپ کا سلسلہ نسب راجپوت منہاس کے سورج بنسی خاندان کے مہاراجہ رام چندر جی تک جا پہنچتا ہے۔

شجرہ نسب یوں ہے

(میاں بُدھی چند (اسلامی نام میاں عبدالکریم)

میاں مستقیم عرف میاں رولو

میاں امیر بخش | میاں رحیم بخش | میاں کریم بخش

میاں بہاؤ الدین | میاں چراغ دین

میاں فضل دین

حضرت حافظ محمد گوندلویؒ | میاں محمد شفیع

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خاندانی حالات وپس منظر دو صدیاں بیت گئیں کہ ریاست کشمیر کے صوبہ جموں کے راجپوت منہاس سُورج بنسی خاندان سے تعلق رکھنے والے دو سعادت مند بھائی میاں بُدھی چند اور میاں اودھے چند جو آپ کے پہلے جدّ اسلامی ہیں، اللہ کے فضل وکرم اور اپنی ازلی استعداد سے حلقہ بگوشِ اِسلام ہوئے۔ان کے اسلامی نام میاں عبدالکریم اورمیاں فضل کریم رکھے گئے۔

لفظِ "میاں" اُن کا امتیازی لقب ہے۔ جو انہوں نے اپنی خاندانی شرافت و وجاہت کے طور پر اپنے اسلامی ناموں کے ساتھ برقرار رکھا۔ان کے دائرۂ اسلام میں داخل ہونے کی بنا پر پوری آتش زیر پا ہو گئی اور ایسا معاندانہ و مخالفانہ رویہ اختیار کیا کہ انہیں طرح طرح کے مصائب و آلام سے دوچار ہونا پڑا۔لیکن اللہ کی توفیق سے یہ بھائی ہر مصیبت اور آزمائش کی ہر گھڑی میں ثابت قدم رہے اور جوں جوں مصائب وآلام کے پہاڑ ٹوٹتے رہے تو وہ زادتھم ایماناو تسلیما کی کیفیت کے ساتھ برملا اپنے اسلام و ایمان کا اظہار کرتے رہے کوئی ترغیب و ترہیب انہیں اسلام سے برگشتہ نہ کر سکی۔

آخر کار قوم کی جفاؤں اور سزاؤں نے ترکِ وطن کرکے ہجرت پر مجبور کر دیا۔دونوں بھائیوں نے ترکِ وطن ہی کو حفاظت ایمان سمجھتے ہوئے پنجاب کا رخ کیا۔اور گوجرانوالہ سے چھ سات میل دور بطرف جنوب شیخوپورہ روڈ پر واقع گاؤں "مرالی والا" میں قیام پذیر ہوئے فرمانِ الٰہی وما نقموا منھم الا ان یومنوا باللہ العزیز

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

الحمید" کے مصداق اپنے ایمان کی خاطر ان بھائیوں کو اپنی برادری ، کنبہ اور کثیر جائیداد مشتمل بر اراضی و باغات ، مکانات کی قربانی دینا پڑی لیکن انہیں اس ضیاع مال اور محرومئ متاع کا قطعاً کوئی رنج و ملال نہیں تھا کیونکہ اب وہ **صبغۃ اللہ** میں رنگے جا چکے تھے - اور اس حقیقت کو قلب و نظر کی اتھاہ گہرائیوں میں اتار چکے تھے کہ

ومن احسن من اللہ صبغۃ ـــــ ؟

میاں عبدالکریم کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام "میاں مستقیم" رکھا گیا اور "ردلو" کے نام سے شہرت پائی -

مرالی والہ کی مغربی جانب جامع مسجد اہلحدیث انہی کے نام پر "میاں ردلو" کی مسجد مشہور تھی - ان کے ہاں تین لڑکے پیدا ہوئے بڑا لڑکا کریم بخش نہایت زاہد، متورع اور صوفی منش تھا - میاں کریم کو اللہ تعالیٰ نے دو فرزند عطا فرمائے بڑے لڑکے کا نام میاں بہاؤالدین اور چھوٹے کا نام میاں چراغ دین تھا - میاں بہاؤالدین اپنے والد کریم بخش کے ہمراہ موضع "کوہلو والہ" ضلع گوجرانوالہ منتقل ہو گئے - میاں بہاؤالدین کی شادی موضع "رکن پور" ضلع گوجرانوالہ میں انجام پائی - ان کے ہاں میاں فضل دین پیدا ہوئے ، جو موضع "کوہلو والہ" سے موضع گوندلانوالہ منتقل ہو گئے -

والدین والد ماجد: حضرت حافظ صاحبؒ کے والد گرامی قدر میاں فضل دین نے ابتدائی دینی تعلیم گوجرانوالہ کے مشہور و معروف اور سربر آوردہ عالم دین حضرت مولانا علاؤالدین مرحوم سے حاصل کی بعد ازاں مزید تعلیم کیلئے کچھ عرصہ استاذ پنجاب حضرتِ حافظ عبدالمنان محدثؒ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وزیر آبادیؒ کی خدمت میں حاضر رہے۔ اس کے علاوہ آپ حضرت مولانا عبدالجبار صاحب غزنویؒ المعروف امام صاحب کے بہت عقیدتمند اور مداح تھے۔ بقول خواجہ عبدالعزیز مرحوم گوجرانوالہ میاں فضل دین بہت خوش الحان اور مؤثر واعظ تھے۔ بدعات اور جاہلانہ رسومات کی بیخ کنی کے معاملہ میں انتہائی متشدد تھے۔

والدہ محترمہ | میاں فضل دین مرحوم کی دو بیویاں تھیں۔ چھوٹی بیوی کا نام "زینب بی بی" تھا۔ یہ خاتون غایت درجہ کی نیک صوم و صلوٰۃ کی پابند تھیں۔ تہجد اشراق کبھی نہ چھوڑتی تھیں۔ بہت لمبا قیام کرتیں اور دیر تک اللہ کی بارگاہ میں سربسجود رہ کر گڑگڑاتی رہتی تھیں۔ انہیں سعیدہ وصالحہ خاتون کے ہاں رمضان المبارک ۱۸۹۷ء میں حضرت حافظ محمد گوندلوی تولد ہوئے۔ جو بعد میں آسمان علم و عمل کے وہ آفتاب ضوفشاں اور ماہ منیر بن کر چمکے جس نے اپنی ضیا پاشیوں اور تابناکیوں سے عرب و عجم کو مستنیر و منور کر دیا۔

بچپن | حضرت کی طبیعت میں ابتدا ہی سے سادگی، شرافت، نجابت، متانت اور صدق و صفا جیسی صفات بدرجہ اتم موجود تھیں۔ عام بچوں کیطرح آپ کھلنڈرے نہ تھے۔ بیکار مشاغل۔ لہو و لعب اور ہاؤ ہو سے آپ کو نفرت تھی۔ والدہ محترمہ کے اکلوتے بیٹے تھے اس لیئے والدہ نے آپ کو زیور تعلیم سے آراستہ کرنے کے لیئے اپنی جملہ مساعی جمیلہ صرف و وقف کر دیں۔

تعلیم و تربیت | آپ کو پانچ برس کی عمر میں آپ کے والد میاں فضل دین نے حفظ قرآن پر لگا دیا اور وہ آپ کو ۱/۲ پارہ ختم کرنے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پر کھانے دیتے - آپ کی دینی نشو و نما میں بہت متشدد تھے -
حافظ صاحب کی عمر ۸ کی تھی کہ والدِ ماجد کا عین عنفوان شباب
یعنی ۳۵ برس کی عمر میں بوباے طاعون انتقال ہوگیا - میاں صاحب باجوں
اور ڈھول والوں کو مارتے تھے - والد کی وفات تک آپ نے پندرہ
پارے حفظ کر لیئے تھے - بقیہ ۱۵ پارے بعد میں قلیل مدت میں
حفظ کر لیئے - نیز ابتدائی دینی تعلیم آپ نے گوجرانوالہ میں مولانا علاؤالدین
سے حاصل کی - تیرہ سال کی عمر میں والدہ ماجدہ نے مزید دینی تعلیم
کے حصول کیلیئے رغبت دلائی تو گوندلانوالہ کے ایک بزرگ ٹھیکیدار محمد
عبداللہ کشمیری جو آپ کے والد کے عقیدت مندوں میں سے تھے - آپ
کی والدہ کی اجازت سے آپ کو حضرت الامام مولانا عبدالجبار کی خدمت
میں امرتسر چھوڑ آئے - یہاں مدرسہ "تقویۃ الاسلام" میں آپ نے ایک دن
میں مختلف اساتذہ سے اٹھارہ اٹھارہ، بیس بیس اسباق پڑھے - اس
دوران آپ نے مولانا عبدالجبار غزنویؒ کے درس قرآن سے استفادہ کیا
مولانا عبدالاول مرحوم سے بلوغ المرام، مشکوٰۃ شریف ابتداء تا کتاب الجہاد
ترمذی ابتداء کتاب الاطعمہ پڑھی - مولانا عبدالاولؒ کی وفات کے بعد
ترمذی شریف کا نصف ثانی مولانا عبدالغفور جو مولانا عبدالاول مرحوم
کے بڑے بھائی تھے اور امام صاحب مرحوم کے بھتیجے تھے، سے
بقیہ ترمذی شریف اور دیگر کتب صحاح ستہ پڑھ کر سندِ فراغت حاصل کی
یہاں پانچ سال کے قیام کے عرصہ میں آپ نے قرآن، حدیث، فقہ
اصولِ فقہ، منطق، فلسفہ، ہندسہ اور صرف و نحو کی آخری کتب پڑھ
کر عربی علوم و فنون کی تکمیل کی اسی سال وزیر آباد جا کر استاذ پنجاب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حضرت حافظ عبد المنان محدث وزیر آبادی سے سند و اجازۂ حدیث حاصل کی۔

دہلی میں علوم و فنون عربیہ کی تحصیل سے فارغ ہو کر آپ دہلی تشریف لے گئے۔ اور طبیہ کالج میں داخل ہو گئے۔ یہاں آپ نے چار سالہ طب کا کورس مکمل کر کے فاضل الطب والجراحت درجہ اوّل کی سند حاصل کی اور گولڈ میڈل سے سرفراز ہوئے۔ آپ کے طبیہ کالج کے اساتذہ میں مسیح الملک حکیم محمد اجمل خاں مرحوم ایک شہرہ آفاق شخصیت تھے طبی مضامین میں آپ نے حکیم محمد اجمل خاں کے لیکچروں سے استفادہ کیا یہیں آپ نے مولوی فاضل کا امتحان امتیازی حیثیت سے پاس کیا۔ جب حضرتِ حافظ صاحب کو فاضل الطب و الجراحت کی سند دی گئی تو یہ متحدہ کانگریس کا زمانہ تھا۔ حکیم اجمل خاں بھی کانگرسی تھے۔ تقسیم اسناد کے لیئے مہاتما گاندھی کو دعوت دی گئی۔ حضرت حافظ صاحب کو بھی گاندھی نے سند دی۔

اساتذہ کرام آپ نے جن اساتذہ کرام سے اکتساب علم کیا ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

۱۔ حضرت امام عبد الجبار غزنوی رح
۲۔ حضرت مولانا عبد الاوّل غزنوی رح
۳۔ حضرت مولانا عبد الغفور غزنوی رح
۴۔ حضرت مولانا حافظ عبد المنان محدّث وزیر آبادی رح
۵۔ حضرۃ مولانا محمد حسین ہزاروی رح (داماد حضرت مولانا عبد الجبار غزنوی
۶۔ استاذ الفنون حضرت مولانا عبد الرزاق

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

درس و تدریس تحصیل و تکمیلِ علم کے بعد آپ اپنے آبائی گاؤں "گوندلانوالہ" تشریف لے آئے اور یہاں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا ۱۹۲۴ء میں حج بیت اللہ کے لئے حجاز مقدس حاضر ہوئے۔ اور واپسی پر پھر تدریس شروع کر دی ۱۹۲۷-۲۸ء کو مدرسہ رحمانیہ دہلی میں درسِ حدیث دیتے رہے ۱۹۳۳-۳۴ء جامعہ عربیہ دار السلام عمر آباد مدراس میں درس حدیث دینے پر فائز ہوئے۔ مدراس سے واپس آکر مدرسہ تعلیم الاسلام حسین پور اوڈانوالہ اور بعد میں کافی عرصہ تک مدرسہ محمدیہ گوجرانوالہ میں مسندِ تدریس پر رونق افروز رہے۔

ایک ناخوشگوار واقعہ اسی دوران گوندلانوالہ میں ایک ناخوشگوار واقعہ پیش آیا۔ جو حضرت حافظ صاحب کے لیئے انتہائی تکلیف دہ اور سوہانِ روح بنا رہا۔ ہوا یہ کہ ایک کشمیری نوجوان عبد اللطیف کو قتل کر دیا گیا۔ مقتول کے والد امام الدین حضرت حافظ صاحبؒ کے محترم اور محسن بزرگ ٹھیکیدار محمد عبد اللہ کے بڑے بھائی تھے۔ ایک طرف تو آپ کے لیئے اس تعلق کے حوالے سے یہ سانحہ بہت سنگین تھا۔ تو دوسری طرف آپ ہی کو اس قتل میں بیگناہ طور پر ہی ملوث کر لیا گیا۔ باوجودیکہ دو اشخاص عبد الاحد اور مستری محمد اسماعیل نے بلا ایماء غیرے و بلا شرکت غیرے خود قتل کی ذمہ داری قبول کر لی۔ پھر بھی چھ ماہ تک یہ مقدمہ چلتا رہا۔ بالآخر احقاقِ حق کے عدالت نے آپ کو باعزت طور بیگناہ قرار دیتے ہوئے بری کر دیا۔ حافظ صاحب کی اس پریشانی کے ایام میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ نے آپ کے ساتھ بہت تعاون کیا۔

اور پھر تدریس [illegible]ء سے فراغت کے بعد آپ اوڈانوالہ ضلع فیصل آباد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تشریف لے گئے وہاں دو سال تدریس حدیث کے بعد واپس گوجرانوالہ تشریف لے آئے ۱۹۴۸ء میں آپ نے اسلامیہ ہائی سکول گوجرانوالہ کے نزدیک قبرستان روڈ پر ایک چھوٹی سی مسجد (موجودہ جامع مسجد اہلحدیث ٹاہلی والی) میں درس اعظم قائم کیا۔ یہاں آپ منتہی طلبہ کو صحیح بخاری، مؤطا امام مالکؒ، شرح العقائد، مسلم الثبوت، اور سراجی جیسی کتب پڑھاتے رہے اس کے بعد غالباً ۱۹۴۹ء میں آپ نے جامعہ اسلامیہ اہلحدیث چاہ شاہانوالہ گوجرانوالہ کے قیام پر اس کی تدریسی و تعلیمی سرپرستی قبول فرمائی یہاں حافظ صاحب فارغ التحصیل طلباء کو مذکورہ بالا کتب کے علاوہ حجۃ اللہ البالغہ، اتقان، اور شمس بازغہ وغیرہ کتب پڑھاتے تھے، اور حضرت مولانا ابو البرکات احمد صاحب مدظلہ طلباء کو فاضل عربی کی تیاری کرواتے تھے۔ اسی دوران جامعہ سلفیہ کا قیام عمل میں آیا۔ تو آپ حضرت مولانا سید داؤد غزنویؒ، حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ اور حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیف دام مجدہٗ کے شدید اصرار پر وہاں تشریف لے گئے اور مسند تدریس و تعلیم کو رونق بخشی۔ یہاں دو سال گزارنے کے بعد ناسازی طبع کی بنا پر واپس تشریف لے آئے۔ حاجی محمد ابراہیم صدر انتظامیہ جامعہ اسلامیہ نے آپ کی خدمت حاضر ہوکر دوبارہ جامعہ کی سرپرستی کی درخواست کی۔ آپ نے صرف اسباق پڑھانے کی حد تک اس پیش کش کو قبول فرمایا اور منتہی طلبہ کو صحیح بخاری اور خلاصۃ التفسیر پڑھانے لگے۔ آپ کا یہ سلسلہ درس قرآن و درس حدیث بہت معلوماتی تحقیقی اور پر مغز ہوتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ مختلف عربی مدارس کے طلباء اس چشمۂ فیض

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے ہونے کے لیئے ملک کے طول و عرض سے کھنچے چلے آنے لگے۔
گویا کہ آپ ذات مرجع علما کی حیثیت اختیار کر گئی۔

اسی زمانہ میں جب اسلامیہ مدینہ منورہ میں محدث شام فضیلۃ الشیخ حضرتِ علامہ ناصرالدین البانی مدظلہ کی جگہ خالی ہوئی تو سعودی حکومت اور علمارِ کبار و شیوخ عظام کی نگاہ انتخاب حضرت حافظ صاحب رح پر ہی پڑی۔ لہٰذا جامعہ کے ایک جلیل المرتبت استاذ فضیلۃ الشیخ عبدالقادر شیبۃ الحمد کو پاکستان حضرت حافظ صاحب کی خدمت میں بھیجا گیا جنہوں نے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب سلفی رح امیر جمعیۃ اہلحدیث پاکستان کے مشورہ سے رئیس الجامعۃ الاسلامیہ فضیلۃ الشیخ عبدالعزیز بن باز حفظہ اللہ تعالیٰ کی خصوصی درخواست اور دعوت پیش آپکی خدمت میں پیش کی کہ آپ جامعہ اسلامیہ تشریف لے چلیں آپ نے اس دعوت کو قبول فرمالیا اور آپ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ دو سال تک آپ یہاں شیخ الحدیث کے منصب عظیم پر فائز رہے۔ جامعہ ہذا میں آپ کے محاضرات حدیث علمی شاہکار اور تحقیقی جواہر پارے ہوا کرتے تھے۔ پھر دوبارہ جانے کیلئے ویزہ اور ٹکٹ لیکر وطن آئے لیکن ضعف بصارت کی بنا پر معذرت کرتے ہوتے ٹکٹ اور ویزہ واپس کر دیا۔

پھر کچھ عرصہ تک جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ پڑھانے کے بعد شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہ صاحب امیر جمعیت اہلحدیث پاکستان کی دعوت پر آپ جامعہ محمدیہ اہلحدیث گوجرانوالہ تشریف لے گئے آپ نے شرف قبولیت بخشتے ہوئے یہاں دوبارہ سلسلہ تدریس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شروع فرمایا۔ اور یہ سلسلہ اب موجودہ ایام علالت سے کچھ عرصہ پہلے تک جاری رہا۔ اور دو سال سے گھٹنے کی تکلیف کی بنا پر جامعہ محمدیہ کے طلبہ کو اپنے گھر کی بیٹھک میں صحیح بخاری کا درس دیتے رہے۔

اندازِ تدریس آپ کا اندازِ تدریس مکمل طور پر سلف کا سا تھا۔ دوران تدریس کوئی غیر متعلق گفتگو نہ فرماتے تھے۔ تدریس کیلئے نہایت ہیبت و وقار کے ساتھ مسند تدریس پر رونق افروز ہوتے تھے دوران تدریس خواہ کوئی بڑے سے بڑے صاحب بھی تشریف لائیں آپ بالکل متوجہ نہیں ہوتے تھے۔ یہاں تک کہ درس سے فارغ ہوں۔ محویت اور احترام درس حدیث کی بنا پر کسی کو مخل ہونے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ اسباق کے بعد اشکالات و مشکلات کی بڑی فراخدلی سے توضیح فرماتے تھے۔

علمی جلالت و ثقاہت و قوت حافظہ حضرت حافظ صاحبؒ علوم و فنون کا ایک بحر ذخار تھے۔ ایک بلند پایہ مفسر و محدث عظیم الشان متکلم و فلسفی تھے۔ نہ صرف یہ کہ آپ مختلف علوم و فنون کی کتب پر نظر رکھتے تھے۔ بلکہ آپ نے ان کے مصنفین و مؤلفین پر مختلف مقامات پر گرفت کی یہ کہنا بے جا ہوگا کہ اپنی زندگی میں تقریباً ستر (۷۰) برس بخاری شریف پڑھانے کی جو سعادت عظمیٰ نصیب ہوئی وہ کسی اور کو حاصل نہیں ہوئی ہوگی۔ دوران درس آپ جلیل القدر متقدمین و متاخرین اور معاصرین علماء پر انتہائی بھر پور اعتماد سے علمی تنقیض فرماتے تھے۔ جہاں آپ جار اللہ زمخشری

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

صاحب الکشاف کے اعتزال اور امام فخر الدین رازی، صاحب تفسیر الکبیر کی جہمیانہ طرز فکر کو ہدف تنقید بنایا وہاں حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ کی بخاری کے باب میں علمی تسامحات کی نشاندہی کی اور علامہ حافظ ناصرالدین البانی حفظہ اللہ سے اپنے اختلاف موقف کا ذکر فرمایا آپ کا انداز توضیح بہت عمدہ، طرز شرح وبیان انتہائی مؤثر اور قوتِ استدلال اپنی مثال آپ تھی۔ قرآن و حدیث، فقہ، منطق و فلسفہ صرف و نحو لغت و بیان کے علاوہ علم کلام اور عقائد کی بحثوں سے گوہر مراد نکالنے میں آپ کو ملکہ حاصل تھا۔ متکلمین و فلاسفہ کے گورکھ دھندوں میں سے گزر کر سلفی نہج اور عقیدہ پر ثابت قدمی آپ کے راسخ فی العلم ہونے کی بین دلیل ہے۔ کوئی فقہی موشگافی، کوئی فلسفیانہ معمہ کوئی متکلمانہ گنجلک آپ کو سبیل المؤمنین سے کسی طور بھی منحرف نہ کرسکا۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی صحت فکر و تحقیق پر بلا کا اعتماد بخشا تھا۔

ایک دفعہ کسی کتاب کو دیکھ لیتے تو اس کے مالہ و ماعلیہ سے بنظر اول ہی بہرہ ور ہو جاتے اور فی البدیہہ اس پر تبصرہ فرما دیتے جو بذات خود علمی تعاقب کا درجہ رکھتا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو زبردست استحضار علمی اور قوتِ حافظہ سے نوازا تھا۔ اسماء الرجال، تفسیر، حدیث، فقہ، اصولِ فقہ فقہ مذاہب اربعہ، یا دیگر فنون کے متعلق کوئی سا سوال کیا جائے تو آپ فوراً اور مدلل اور باحوالہ جواب ارشاد فرماتے تھے۔ گویا کہ آپ علوم و فنون کا ایک انسائیکلو پیڈیا اور کمپیوٹر تھے آپ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کا بتایا ہوا حوالہ کبھی غلط نہیں ہوتا تھا۔ حضرت حافظ صاحبؒ بسا اوقات حوالہ خود نکال کر دکھا دیتے تھے۔ حافظ فتح محمد فتحیؒ کا بیان ہے ایک دفعہ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں کسی علمی موضوع پر گفتگو ہو رہی تھی کہ فضیلۃ الشیخ محمد امین الشنقیطی (مؤلف تفسیر اضواء البیان) نے حافظ صاحبؒ سے چند روایات متعلق استفسار کیا۔ حافظ صاحبؒ نے فرمایا کہ یہ جملہ روایات ترمذی شریف میں موجود ہیں۔ سب علماء حاضرین نے بیک آواز کہا کہ یہ روایات ترمذی میں تو موجود نہیں ہیں۔ لیکن حافظ صاحبؒ نے انتہائی وثوق و اعتماد سے ترمذی ہی میں ان روایات کی موجودگی پر اصرار فرمایا اور ایک ایک کر کے سبھی روایات ترمذی شریف سے دکھا دیں۔ اس پر شیخ الشنقیطی نے جماعت میں برملا اعتراف کیا۔ ما رأیت اعلم علی وجہ الارض من ھذا الشیخ

حافظ صاحب کی وجہ سے بہت سے مالکی و شافعی علماء نے مسلک قبول کیا۔ دارالحدیث مدینہ منورہ میں آپ درس حدیث ارشاد فرماتے تھے۔ تو بڑے بڑے اجل علماء کرام مثلاً شیخ محمد المجذوبؒ شیخ محمد ابراہیم شکری الاردنی اور شیخ عطیہ سالم استفادہ کرنے لگے۔

ایک اور بیان میں حافظ فتح محمد فتحی مرحوم نے فرمایا کہ مدینہ منورہ قیام کے دوران ہی آپ سے دریافت کیا گیا۔ کہ امام ابن تیمیہؒ اور حافظ ابن حجر العسقلانیؒ میں سے کس کو دوسرے پر فضیلت حاصل ہے آپؒ نے فرمایا کہ علوم عقلیہ میں امام ابن تیمیہؒ، ابن حجرؒ سے زیادہ عالم تھے اور نقلیہ بمثل اسماء الرجال، تاریخ اصول حدیث، جرح و تعدیل، نقد و نظر کے اعتبار سے ابن حجرؒ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

امام ابن تیمیہ رح پہ فوقیت رکھتے تھے ۔ موخرالذکر بات طلبار جامعہ اسلامیہ کو کچھ ناگوار گذری ۔جب یہ بات رئیس الجامعہ فضیلۃ الشیخ عبدالعزیز بن باز حفظہ اللہ کو پہنچی تو انہوں نے فرمایا کہ حضرت حافظ صاحب رح اس موضوع پر محاضرہ (لیکچر) ارشاد فرمائیں تاکہ مبحث زیر بحث واضح ہو جائے ۔ اچانک نمازِ ظہر کے بعد حضرتِ حافظ صاحب کو محاضرے کی دعوت دی گئی ۔ سامعین میں جامعہ کے شیوخ، طلبار اور دیگر کئی علمی شخصیات موجود تھیں ۔ حافظ صاحب نے "ایمان" کے موضوع پر ساڑھے تین گھنٹے تک مفصل اور مدلل بحث فرمائی امام ابن تیمیہ رح و ابن حجر عسقلانی رح کی عبارتوں کی عبارتیں پیش کر کے ان کا تقابل کیا اپنے موضوع کو ثابت کرنے کا حق ادا کر دکھایا ۔ محاضرہ ختم تو ہوا ۔ لیکن حاضرین و سامعین اس محیر العقول لیکچر کو سن کر ششدر رہ گئے ۔ رئیس الجامعہ شیخ عبدالعزیز بن باز اور جملہ اساتذہ نے داد تحسین دیتے ہوئے حافظ صاحب کو ہدیہ تبریک پیش کیا ۔ اور اعتراف کیا کہ ایسا محاضرہ ہم نے آج تک نہیں سنا ۔ پھر لطف یہ کہ حافظ صاحب کا محاضرہ فی البدیہہ تھا ۔ آپ کو موضوع زیر بحث کی تیاری کا کوئی موقعہ یا وقت نہیں دیا گیا تھا ۔ حتیٰ کہ آپ کو محاضرہ کے دن کا بھی علم نہیں تھا ۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم ـــــ آپ کو حدیث کی اکثر کتابیں ازبر تھیں اور خصوصاً بخاری شریف اور مشکوۃ شریف تو آپ کی زبان پر مثل فاتحہ چلتی تھیں ۔ اس کے علاوہ آپ شروح حدیث کی طویل سے طویل عبارت پڑھتے چلے جاتے تھے ۔ گویا کہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کتاب سامنے رکھی ہوئی ہے۔

آپ کی قوت حافظہ خیر القرون کے محدثین کرام کی قوت حافظہ کی یاد تازہ کر دیتی تھی۔ امیر المومنین فی الحدیث امام بخاریؒ نے اپنے تراجم میں احادیث، فقہ، اصول فقہ، اور اسناد کے جو رموز و اشارات، نکاتِ عجیبہ و فوائد غامضہ اور تحقیقات عالیہ کو سمیٹا ہے۔ انہیں ظاہر کر کے شرح و بسط سے پیش کرنا حضرت حافظ گوندلویؒ کا ہی خاصہ و کمال تھا۔ لیکن انکے درس کو سمجھنے کے لیے عقلِ کامل، حضورِ قلب اور فہم ثاقب کی ضرورت تھی۔

ایک دفعہ ایک کتاب "اثبات التوحید بابطال التثلیث" گم ہو گئی تو آپ نے خداداد حافظہ سے دوبارہ حرف بحرف لکھ ڈالی۔

آپ کو اقلیدس۔ الجبرا۔ حساب، ٹریگنو میٹری جیسے علوم میں یہ جملہ مضامین آپ نے عربی میں پڑھے تھے۔ آپ کے صاحبزادے محمود کا بیان ہے کہ ایف۔ ایس سی کے مضامین فزکس، کیمسٹری سائنس اور ریاضی وغیرہ میں سے کسی اشکال کے متعلق میں دریافت کرتا تو حضرت فوراً تشفی فرما دیتے۔

آپؒ نے فقہ اربعہ کا انتہائی عمیق مطالعہ کیا تھا اور شیعہ فقہ کے متعلق آپ کا دعویٰ تھا کہ آپ شیعہ سے بھی زیادہ ان کی فقہ کو جانتے ہیں۔

علاوہ ازیں آپ نے ہندو ازم، سکھ مذہب، عیسائیت اور یہودیت کا سیر حاصل مطالعہ کیا۔ گرنتھ، وید وغیرہ پڑھے۔ گویا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آپ کی شخصیت سراسر علمی اور دائرۃ المعارف کی حیثیت کی حامل تھی۔

آپ عصرِ حاضر میں ایک بہت بڑے محدث، فقیہہ، لغوی، نحوی، صرفی اور جملہ علوم و فنون عربیہ و اسلامیہ کے ماہر تھے۔ صوفیائے کرام کی آراء و خیالات سے ماہرانہ واقفیت رکھتے تھے۔ علامہ رازی، امام غزالی، علامہ تفتازانی، ابن الہمام، ابوالبرکات بغدادی۔ ابن عربی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، شاہ عبدالعزیز شاہ اسماعیل شہید کے خیالات و افکار سے مکمل آگاہی رکھتے تھے۔ نیز علامہ ابن تیمیہ، ابن القیم، علامہ ابن حزم، ابن حجر العسقلانی اور علامہ شوکانی کی تحقیقات سے متعلق وسیع معلومات حاصل تھیں لیکن آپ ناقدانہ اور تحقیقانہ رائے رکھتے تھے۔

بعض علمائے اہلحدیث امام ابن تیمیہ و امام ابن قیم سے اتنے متاثر ہیں کہ ان کے خیالات کو مقلدانہ طور پر مانتے ہیں۔ لیکن حضرت حافظ صاحبؒ ایسا نہیں فرماتے تھے۔ بلکہ ان کے کئی مسائل پر تنقید فرماتے تھے اور ان کے خلاف موقف کو بدلائل ترجیح دیتے تھے۔ ایک دن حضرت مولانا ابوالبرکات احمد صاحب نے عرض کی کہ فلاں مسئلہ کے اثبات کے لیئے امام ابن القیم نے کئی سطور قلمبند کی ہیں۔ حافظ صاحب نے فوراً فرمایا کہ آپ کی یہ عادت تھی کہ کئی مقامات پر بعض مسائل کے اثبات کیلئے بیجا زور دیتے تھے۔ پھر حافظ صاحب نے ان کے خلاف پہلو کو مضبوط دلائل سے ترجیح دی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

الغرض حافظ صاحب عصر حاضر کے ابن تیمیہؒ، حافظ الحدیث محدث العصر، حافظ الحدیث، بحر العلوم، جامع المعقول و المنقول، فن تدریس کے امام، قادر الکلام۔ متکلم، معجز بیان فلسفی نکتہ سنج، فقیہہ اور ژرف نگاہ مجتہد تھے۔

تلامذہ | چونکہ آپ کی ساری زندگی درس و تدریس کے لیئے وقف رہی اس لیئے آپ کے تلامذہ کرام بالواسطہ یا بلا واسطہ لاکھوں تک پہنچے ہیں جن کا شمار و احصار بالکل ناممکن ہے۔

آپ کا یہ لقب استاذ، استاذ الاساتذہ، استاتذۃ الاساتذہ بالکل بجا ہو گا۔ کیونکہ ملک و بیرون ملک آپ کے شاگردوں کے شاگردوں کے شاگردوں کے شاگرد موجود ہیں

کچھ اہم، معروف اور نامور تلامذہ مندرجہ ذیل ہیں:۔

۱۔ حضرت مولانا عبید اللہ مبارک پوری شارح مشکوٰۃ شریف

۲۔ حضرت مولانا نذیر احمد رحمانی

۳۔ حضرت مولانا محمد یوسف الکوکنی

۴۔ حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی صاحب التعلیقات السلفیہ

۵۔ حضرۃ مولانا حافظ محمد اسحٰق حسین خانوالے

۶۔ شیخ الحدیث حضرۃ مولانا ابوالبرکات احمد

۷۔ مولانا محمد عبد اللہ بڈھیمالوی

۸۔ حضرۃ مولانا محمد حنیف ندوی

۹۔ مولانا محمد عبد اللہ ؒ امیر جمعیۃ

۱۰۔ علامہ احسان الٰہی ظہیر

۱۱۔ مولانا حافظ محمد بھٹوی

۱۲۔ مولانا محمد اسحاق رحمانی

۱۳۔ حضرت مولانا معین الدین لکھوی

۱۴۔ مولانا عبد الرحمٰن لکھوی

۱۵۔ حضرت مولانا محمد یعقوب

۱۶۔ حضرۃ مولانا شمس الحق ملتانی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۱۷۔ حضرت مولانا محمد عبدہ فیروزپوری
۱۸۔ مولانا عبد القادر ندوی
۱۹۔ حضرت مولانا محمد اعظم گوجرانوالہ
۲۰۔ حضرت مولانا محمد صدیق فیصل آبادی
۲۱۔ مولانا عبد الخالق قدوسی
۲۲۔ مولانا حافظ عبد السلام
۲۳۔ حضرت مولانا حافظ عبد المنان
۲۴۔ مولانا عطاء الرحمٰن اشرف
۲۵۔ حضرت مولانا محمد علی جانباز
۲۶۔ مولانا بشیر الرحمٰن صدیقی
۲۷۔ پروفیسر مقبول احمد قاضی
۲۸۔ مولانا ارشاد الحق اثری
۲۹۔ مولانا حافظ عبد الرشید گوہڑوی
۳۰۔ مولانا ابویحییٰ امام خان نوشہروی مرحوم
۳۱۔ مولانا قاضی محمد اسلم سیف فیروزپوری
۳۲۔ مولانا محمد خالد گھرجاکھی
۳۳۔ مولانا عبد الرحمٰن عتیق وزیر آبادی
۳۴۔ مولانا عطاء اللہ ویرکوٹی
۳۵۔ مولانا محمد اسحاق چیمہ
۳۶۔ مولانا عبد الحلیم جھنگوی
۳۷۔ مولانا حکیم محمود بن مولانا محمد اسمٰعیل سلفی
۳۸۔ مولانا عبد الرشید رام گڑھ
۳۹۔ مولانا سید عبد الحی شاہ
۴۰۔ مولانا علیم الدین سوہدری
۴۱۔ مولانا علامہ فضل الٰہی
۴۲۔ مولانا عبید اللہ عبید

۴۳۔ ۱۹۸۷ء میں راقم آثم کو جامعہ ابراہیمیہ میں آپ سے بخاری شریف کی آخری حدیث پڑھ کر آپ کے دستِ مبارک سے سند الفراغ حاصل کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ علاوہ آپ کے بہت سے علمی مقالات و محاضرات سے استفادہ کیا۔

تنظیمی سرگرمیاں تدریسی مصروفیات کے ساتھ ساتھ آپ جماعتی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے۔ تیسری بار آپ کو جمعیت اہلحدیث پاکستان کا امیر منتخب کیا گیا۔ آپ جامعہ سلفیہ کے موسسین میں سے تھے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سیاسی سرگرمیاں ابتدا، میں آپ سیاسی سرگرمیوں میں بھرپور حصہ لیتے رہے۔ اور آپ کو مسلم لیگ گوجرانوالہ کا صدر منتخب کیا گیا۔

تحریکِ پاکستان میں آپ کی خدمات نا قابل فراموش ہیں۔ آپ چونکہ پر سکون زندگی پسند کرتے تھے، اور ہنگاموں سے دور رہنا چاہتے تھے۔اور تدریسی مصروفیات اس پر مستزاد اس لیئے ہر قسم کی سرگرمیوں کو موقوف کرکے اپنے آپ کو درس وتدریس اور خدمتِ دین کے لیئے وقف کر دیا۔

عبادات واذکار حضرت حافظ صاحبؒ ایک یگانہ روزگار عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ ایک خلوص کیش، سراپا عجز و انکسار، وزاہد و متورع عالمِ باعمل تھے۔ آپ نے زندگی بھر نماز باجماعت ادا فرمائی۔ تہجد کی نماز کبھی نہ چھوٹی، تکبیرِ تحریمہ سے کبھی نہ رہے۔ موجودہ اور آخری ایام علالت سے قبل آپ بلا ناغہ خود نماز کی امامت فرماتے رہے۔ گوجرانوالہ میں قبرستان روڈ پر واقع ٹاہلی والی مسجد میں باقاعدگی سے نماز عصر ادا فرماتے۔خواہ موسم کتنا بھی خراب ہوتا طوفان باد و باراں میں سے گزر کر آپ بالکل عین پر مصلی امامت پر تشریف فرما ہوتے۔

نمازِ فجر پڑھ کر طلوع شمس کے بعد وقتِ کراہت کے اختتام تک مصلی پر بیٹھے رہتے اور ضحیٰ کی نماز پڑھ کر مسجد سے نکلتے اور پھر گھر سے واپس آکر اسباق پڑھاتے۔ ایام بیض کے روزے کبھی نہ چھوڑے۔کافی دیر کی بات ہے کہ دوران گفتگو فرمانے لگے کہ میں نے طبیعت کی کمزوری اور ضعف جسمانی کی وجہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے ایک دفعہ ایام بیض کے روزے چھوڑ دیئے تو بواسیر کی شکایت شروع ہو گئی۔ معلوم ہوا کہ روزے نے بیماری کو روک رکھا تھا۔ آپ ہمیشہ گھر سے وضو کر کے مسجد جاتے تھے۔ حدیث پڑھانے سے قبل دو رکعت پڑھنا آپ کے معمولات میں سے تھا۔ آپ بکثرت ذکر و اذکار میں رطب اللسان رہتے تھے۔ فجر کی سنتوں اور فرضوں کے درمیان ۴۱ مرتبہ سورہ فاتحہ پڑھتے۔ نمازِ فجر کے بعد گیارہ دفعہ سورہ یٰسٓ اور ہر نماز کے بعد دو دو دفعہ سورہ یٰسین اور سورہ مزمل پڑھتے تھے۔ آپ نے بہت سے اذکار کو مختلف مصائب و حاجات میں آزمودہ و مجرب پایا تھا۔ مولانا احمد انصاری گوندلانوالہ کا بیان ہے کہ آپ کی والدہ ماجدہ اللہ کے حضور دعا کیا کرتی تھیں کہ اے اللہ میرے لختِ جگر کو عالم باعمل بنا لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو شرف قبولیت سے نوازتے ہوئے علم و عمل کا مخزن بنا دیا۔

معاملات حضرت حافظ صاحبؒ قرض حسن دینے یا لینے یا کسی اور لین دین کے معاملات میں آداب اور باقی شرائط کی مکمل پابندی کرتے تھے۔ اور اس میں معمولی قسم کے ابہام و اخفار کو قبول نہیں کرتے تھے۔ معمولی سی مداہنت اور شبہ کو بھی پسند نہیں فرماتے تھے۔

ذریعہ معاش آپ کے اوّلین جدّ اسلامی میاں عبدالکریم (میاں بڈھی چند) قبولِ اسلام سے پیشتر صوبہ جموں میں اپنی معاشی گزران کیلئے زمین اور باغات کی آمدنی پر انحصار رکھتے تھے اور مستحکم معاشی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حالت کی بنا پر اکثر جڑی بوٹیوں کے خواص و اثرات کی تحقیق پر لگے رہتے تھے۔ فن کتابت ان کا محبوب شغل تھا۔ وہ ایک ماہر کاتب تھے۔ حلقہ بگوش اسلام ہونے کے بعد وہ ہجرت کرکے موضع مُرالی والا ضلع گوجرانوالہ تشریف لائے تو اپنے ذریعہ معاش کے لیے کتابت و طباعت ہی کو اختیار کیا۔ لہٰذا میاں عبدالکریم سے لیکر میاں فضل دین تک سب طباعت و کتابت ہی کے پیشہ سے وابستہ رہے۔ ان سب کی زندگی کا انحصار اپنے حلال اور باعزت ذرائع معاش پر رہا۔ تمام عمر کسی اور کسب و پیشہ کی طرف توجہ نہ دی۔ انہی ذرائع سے مستفید ہوکر یہ حضرات تبلیغ اسلام عبادت الٰہی اور خدمتِ دین میں منہمک رہے اسی طرح حضرت حافظ صاحبؒ کی عمر عزیز کا بہت بڑا حصہ تبلیغ و تدریس اور تصنیف کتب پر صرف ہوا۔ آپ نے فن کتابت نہیں سیکھا۔ اور چونکہ آپ مسیح الملک حکیم اجمل خاں کے تلمیذ رشید تھے اور ان سے طب کی تعلیم امتیازی حیثیت سے حاصل کی تھی۔ اس لیے آپ ایک اعلیٰ پایہ کے طبیب تھے۔ آپ کا ذریعہ معاش طبابت ہی رہا۔ دینی مدارس از خود کچھ اعزازیہ پیش خدمت کرتے تھے۔ استغنائے طبع کی بنا پر کبھی تقاضہ نہیں کیا تھا۔ معاشی وسائل نہ ہونے کے باوجود بھی آپ درس اعظم اور جامعہ اسلامیہ میں بلامعاوضہ تدریسی فرائض انجام دیتے رہے۔

محامد و محاسن آپ راستہ میں چلتے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو اپناتے ہوئے پاؤں اٹھا اٹھا کر رکھتے تھے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

چلتے ہوئے اِدھر اُدھر نہیں دیکھتے تھے۔ اگر دائیں بائیں دیکھنے کی ضرورت محسوس کرتے تو رُک جاتے پھر دائیں بائیں التفات فرماتے۔ کبھی کسی کی سرزنش نہیں کی۔ کسی سے ترش روی سے مخاطب ہونا محال تھا۔ تحکمانہ لہجہ کی بجائے مشفقانہ طرزِ تکلّم آپ کا شیوہ تھا۔ انتہائی بلند اخلاق کے مالک تھے۔ بلا وجہ کسی کو ٹوکنا مناسب نہیں سمجھتے تھے۔ مسکرانے کی عادت تھی، کبھی بھی کھل کھلا کر ہنستے نہ تھے۔ اپنے مافی الضمیر کو انتہائی دلنشیں اور مؤثر انداز میں ادا فرماتے تھے۔ کبھی اپنے موقف کو کسی پر نہ ٹھونستے تھے۔ اور نہ اس پر متشددانہ زور دیتے تھے۔ کسی تک اپنی بات پہنچانا ہی کافی خیال کرتے تھے۔ بالجبر منوانا اچھا نہیں سمجھتے تھے۔

مجلسی زندگی آپ انتہائی کم آمیز شخصیت تھے۔ امراء کے پاس کبھی چل کر نہ گئے تھے۔ اور اللہ کے فضل وکرم نے آپ کو کافی مستغنی رکھا۔ آپ کی مجلس عام دنیاوی۔ عوامی یا مادی نوعیت کی نہ ہوتی تھی بلکہ آپ کی مجلس علم و ادب کا خزینہ و خرمن ہوتی تھی جہاں پر علمی جواہر پارے، ادبی گوہر ہائے آبدار سے متلاشیانِ حق علم و فن کے دامن بھرے جاتے تھے۔ آپ کی مجلس علم و فن کا وہ سوتا تھا، جس سے لاکھوں تشنگانِ علم سیراب ہوتے تھے

تصانیف وتالیفات حضرت حافظ صاحبؒ کی علمی تخلیقات اور رشحاتِ قلم کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

۱۔ **تقاریر صحیح بخاری** اس کتاب میں صحیح بخاری کی عظمت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

امام بخاری کے تبحر علمی اور صحیح بخاری دوسری عربی شروح خصوصاً فیض الباری از مولانا سید محمد انور شاہ پر علمی محاکمہ اور سیر حاصل تبصرہ کیا گیا ہے۔

٢۔ بغیۃ الفحول (عربی)	شرح رسالہ اصول فقہ از شاہ اسمٰعیل شہید
٣۔ تحفۃ الاخوان (عربی)	عقائد و کلام پر ایک عمدہ علمی و تحقیقی مقالہ
٤۔ الاصلاح (حصہ اول)	تقلید، علم غیب، ندائے یارسول اللہؐ اور عرس وغیرہ پر تنقید۔
٥۔ الاصلاح (حصہ دوم)	بدعت کی لغوی و شرعی تحقیق اور فاتحہ علی الطعام کے بدعت ہونے مفصل و مدلل بحث
٦۔ خیر الکلام فی وجوب الفاتحہ خلف الامام	مسئلہ فاتحہ خلف الامام پر شاندار تحقیقی کتاب، علمائے احناف کے اعتراضات کے مسکت جواب۔
٧۔ اثبات التوحید فی ابطال التثلیث	پادری عبد الحق کی کتاب التوحید فی التثلیث کی تردید
٨۔ البدور البازغہ (عربی)	از شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا ترجمہ
٩۔ دوام حدیث	مقام حدیث از غلام احمد پرویز کا مکمل و مسکت جواب بہ سلسلۂ مضامین کچھ عرصہ ماہنامہ "ترجمان الحدیث" لاہور میں شائع ہوتا رہا ہے۔
١٠۔ تنقید المسائل	مولانا مودودی کے بعض غلط مسائل پر ایک تحقیقی و علمی کتاب۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۱۱۔ مسئلہ ایمان (عربی)	جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں فرمایا گیا ایک علمی محاضرہ۔
۱۲۔ ختم نبوت	مسئلہ ختم نبوت کی توضیح و تشریح اور قادیانیوں کی طرف سے اجرائے نبوت پر خود ساختہ دلائل کا تجزیہ۔
۱۳۔ اسلام کی پہلی کتاب	عقائد و اخلاق کی ضرورت و اہمیت۔
۱۴۔ اسلام کی دوسری کتاب	عقائد اور اصول فقہ سے متعلق مواد
۱۵۔ شرح مشکوٰۃ المصابیح (عربی)	یہ صرف کتاب العلم تک لکھی گئی ہے جو سات سو صفحات مشتمل ہے۔ غیر مطبوع
۱۶۔ ایداء ثواب	میت کے ایصال ثواب کے طریقوں اور رسم قل ساتہ اور چالیسواں وغیرہ کے بدعت ہونے پر تبصرہ
۱۷۔ ردّ مولود مروّج	جشن میلاد النبیؐ کی تردید
۱۸۔ التحقیق الراسخ	مسئلہ رفع الیدین پر ایک علمی و تحقیقی کتاب
۱۹۔ صلوٰۃ مسنونہ	مسائل نماز ماخوذہ از احادیث مبارکہ
۲۰۔ زبدۃ البیان	فی تنقیح حقیقۃ الایمان و تحقیق زیادتہ والنقصان
۲۱۔ معیار نبوت	
۲۲۔ حواشی صحیح	
۲۳۔ ایک اسلام	پروفیسر ڈاکٹر غلام جیلانی برق (اٹک) کی کتاب دو اسلام کا بھرپور ردّ و جواب (غیر مطبوعہ)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اولاد و احفاد الف: حضرت صاحبؒ کی پانچ صاحبزادیاں اور مندرجہ ذیل تین صاحبزادے ہیں

۱- حافظ میاں محمد عبداللہ (محکمہ ریلوے) ۲- ڈاکٹر میاں محمود احمد منہاس

۳- میاں مسعود اعظم منہاس (سعودی عرب)

ب: تین پوتے ہیں ۱- محسن، ۲- ابوبکر، یہ دونوں میاں مسعود اعظم کے لڑکے ہیں

۳- ابوداؤد سلیمان، یہ ڈاکٹر محمود اعظم کا لڑکا ہے

ج :- علاوہ ازیں آپ کی سات پوتیاں ۔ نو نواسے دس نواسیاں

وفات حسرت آیات حضرت حافظ صاحب اپنے آخری ایام بیمار رہنے لگے ضعف بصارت اور ضعف جسمانی لاحق ہو گئے کچھ عرصہ سے گھٹنے کی درد میں مبتلا تھے کہ ایک رات تہجد کیلئے اٹھے، وضو کرنے کیلئے بڑھے تو پاؤں پھسل گیا اور گرنے سے گھٹنے کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ کافی عرصہ تک صاحب فراش رہے۔ میو ہسپتال، یوسف کلینک گوجرانوالہ اور الشیخ ہسپتال گوجرانوالہ میں بھی زیر علاج رہے لیکن بالآخر وہ وقت موعود آن پہنچا جس سے کسی کو مفر نہیں اور بالآخر یہ علم و فضل کا آفتاب جہانتاب تقریباً پون صدی تک اپنی ضیاء باریوں سے دنیائے علم و فن کو منور و مستنیر کرنے کے بعد ۱۴ رمضان المبارک سنہ ۱۴۰۵ھ (۴ جون ۱۹۸۵ء) کی سہ پہر کو ہمیشہ کیلئے غروب ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ تقبل اللہ حسناتہ وعفا اللہ عن عثراتہ۔ ریڈیو، ٹیلی ویژن نے آپ وفات کی خبر کو نشر کیا۔ اور قومی اخبارات نے نمایاں طور پر اس خبر کو شائع کیا نیز آپ کی خدمات کا تذکرہ بھی کیا۔

نماز جنازہ ۵- جون ۱۹۸۵ء بروز بدھ ۹½ صبح شیرانوالہ باغ میں حضرت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مولانا محمد عبداللہ صاحب مدظلہٗ امیر جمعیۃ اہلحدیث پاکستان نے پڑھائی کی نماز جنازہ پڑھی اور بڑے قبرستان گوجرانوالہ میں حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ کے پہلو میں آپ کو سپرد خاک کر دیا گیا۔ جنازے میں ہزاروں تلامذہ علماء کرام اور مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے لوگوں نے شرکت کی۔ ۷ جون ۱۹۸۵ء کو حرم مکی میں حضرت مولانا عبدالوکیل ہاشمی کی امامت میں ہزاروں مسلمانوں آپ کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھائی

تاریخہائے وفات آپ کی وفات پر حضرت مولانا عزیز زبیدی مدظلہ نے فرمایا۔

عمر محدث گوندلوی — می باشد ہشتاد و ہفت
در رمضان مرگ و میلاد — صائم آمد صائم رفت

مشہور و معروف شاعر جماعت جناب علیم ناصری نے اپنے جذبات کا یوں اظہار کیا ہے۔

رحلتِ محدث گوندلوی نے کیا یوں مضمحل
سب محبوں کے ہوش و حواس یکسر کھو گئے

اس کے غم میں عقل و عشق و فضل و زہد و ورع بھی
مضطرب ایسے ہوئے سب بے سروپا ہو گئے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بکھری اور لکھنا شروع کیا، "اتقوا اللہ واشکروہ" اور دستخط
کر دیئے۔

اس وقت تو آٹوگراف لینے پر خوش تھا، مگر شعور ہونے
اور حضرت حافظ صاحب کی عبارت سمجھنے پر وجد آگیا آپ نے
اس مختصر سی عبارت میں بہت بڑے المیے کا علاج بتایا ہے یعنی

"آج جو ہم قحط الرجال کا رونا روتے ہیں، یہ سمجھ لیں کہ
قدرت کا سارا نظام اصولوں کے تابع ہے، بڑے آدمیوں کی
پیدائش کے بھی کچھ اصول ہونگے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بڑے
آدمی انعام کے طور پر دیئے جاتے ہیں اور سزا کے طور پر
روک لیئے جاتے ہیں عطا، تو اسی کے حق میں ہوتی
ہے جو حق دار ہو آخر قدرت ایک سپاس نا آشنا قوم
کو بڑے آدمی کیوں عطا کرے اسے اپنے عطیے کی
رسوائی اور ناقدری ناگوار گزرتی ہے عطا کا پہلا حق یہ
ہے انسان اس کا شکر ادا کرے۔

دل شکر سے لبریز ہو تو روشن ہو جاتا ہے۔ شکوہ کیجیئے تو بجھ
جاتا ہے —— ناشکر گزار ہو تو پتھر بن جاتا ہے۔ شکر گزار ہمیشہ
روشن ضمیر اور روشن دماغ ہوتا ہے —— ناشکر گزار
بے ضمیر اور بد دماغ ہو جاتا ہے۔

انسان ناشکر گزار، زود فراموش، فسادی اور زود رنج ہے
اسی لیئے ہدایت ہوئی کہ اللہ سے ڈرو یعنی اسے مت بھولو
ہمیشہ یاد کرو اور اس کا ہر حال میں شکر ادا کرو۔

© rasailojaraid.com